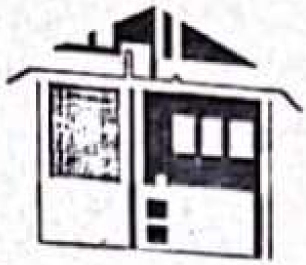

یہ کہانی امریکہ ٹی وی پر متعدد بار پیش کی جا چکی ہے
وہ تحریریں جو صرف مغرب میں لکھی جاتی ہیں

کلیمنٹ ارانٹ ● رشی ہم جمیلہ

ایک آدمی کی کہانی، جس نے ایک آشیانہ بنایا تھا

سپیدہ سحر نمودار ہو لیا اجرات بھر میں اپنا لائحہ عمل طے کر چکا تھا۔ اُس کی بیوی ڈیلیڈا اُس کے بازو میں پُرسکون نیند سو رہی تھی۔ راجر نے آہستہ سے کروٹ بدلی اور خاموشی کے ساتھ بستر سے اتر گیا۔ ننھے بچے کا جھولا بہت قریب تھا۔ راجر کے کپڑے کرسی پر رکھے ہوئے تھے۔ اُس نے ایک ہاتھ میں کپڑے اٹھائے، دوسرے ہاتھ میں جوتے لیے اور پنجوں کے بل چلتا ہوا باورچی خانے میں آ گیا۔ باورچی خانے کے باہر اُس کی نو سالہ لڑکی سوزی سوتے میں مسکرا رہی تھی۔ شاید اُسے کوئی خوش گوار خواب نظر آ رہا تھا۔ راجر دبے پاؤں کیبن سے نکل آیا۔ اُس نے ٹھنڈی ہوا میں کپڑے اور جوتے پہنے۔ اُس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری تھی۔

چاروں طرف صبح کا ملگجا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ دریا کی موجیں دھویں کی طرح نظر آ رہی تھیں۔ پانی کی سطح پُرسکون تھی کیونکہ ابھی ہوا نہیں چلی تھی۔ راجر کا کیبن ایک آبی درے میں تھا۔ دریا ہلال کی شکل میں آبی درہ اپنے حلقے میں لیتا ہوا آگے بڑھ جاتا تھا۔ درے کے مشرقی کنارے کی اونچائی پندرہ سو فٹ تھی۔ راجر کا کیبن دریا کے قریب ہی تھا۔ اُس کی حفاظت ایک قدرتی پشتے سے ہوتی تھی۔ کیبن کے پاس آٹھ ایکڑ زمین تھی۔ اُس کی مٹی نرم، زرخیز اور کالی تھی۔ زمین کے درمیان سے ٹھنڈے میٹھے پانی کی ایک چھوٹی نہر نکلتی تھی۔ راجر نے زرخیزی کے چپے چپے سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اُس نے ایک بہت بڑے خوش نما باغ کی تشکیل کی تھی۔ باغ میں مختلف پھلوں سے بھرے ہوئے درخت تھے اور بیری کی جھاڑیاں تھیں۔ ایک طرف گیہوں کا وسیع کھیت اور ایک کونے میں سبزیوں کا کھیت تھا۔ اُس نے مرغیاں بھی پالی تھیں اور خنزیر بھی پالے تھے۔ اُن کی خوراک کا بیشتر حصہ شکار کیے ہوئے پرندوں پر مشتمل ہوتا تھا۔

راجر چاروں طرف گھوما۔ ملگجے اندھیرے میں کوئی شے واضح نظر نہیں آ رہی تھی۔ آبی درے کی مشرقی کگر پندرہ سو فٹ بلند تھی اور صرف وہی سفید آسمان کے پس منظر میں صاف نظر آ رہی تھی۔ مرغیاں دڑبوں میں خاموش تھیں۔ دڑبوں کے قریب مختلف اوزاروں کا ایک بڑا صندوق رکھا تھا۔ یہ صندوق راجر نے لکڑی کی پیٹی سے بنایا تھا۔ صندوق سے اُس نے ایک بیس فٹ لمبی آہنی زنجیر کھینچی نیز ایک ہتھوڑا اور دو بولٹ نکالے۔ صحن میں صنوبر کا درخت لگا ہوا تھا۔ یہ سامان لے کے وہ درخت کے پاس آ گیا۔ اُس نے آہنی زنجیر کا ایک سرا درخت کے تنے کے گرد لپیٹ دیا پھر ایک کڑی میں بولٹ بٹھایا اور ایک فٹ کے فاصلے پر دوسری کڑی میں واشر لگا کے نٹ ڈال دیا۔ وہ نٹ اُس نے بولٹ میں چڑھا دیا پھر اُس نے نٹ والا سرا ایک بڑے پتھر پر رکھا اور نٹ کے نچلے حصے والے سرے پر ہتھوڑے سے ضربیں لگائیں۔ چند ضربوں میں سرا پچک کے پھیل گیا۔ اب بولٹ سے نٹ کسی طرح باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ اُسے صرف کاٹ کے بولٹ سے علیحدہ کیا جا سکتا تھا یعنی زنجیر کاٹ کر ہی تنے سے علیحدہ کی جا سکتی تھی۔

راجر نے زنجیر کا دوسرا سرا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے درخت کی کی مخالف سمت کھینچا پھر اُس نے پلٹ کے درخت کی طرف دیکھا۔ اُس کے اندازے کے مطابق زنجیر کا یہ سرا درخت سے تقریباً بارہ فٹ کے فاصلے پر تھا۔ زنجیر مضبوطی سے پکڑے ہوئے وہ درخت کے چاروں طرف گھوم گیا۔ گھومتے وقت اُس نے نرم زمین میں جوتے کی ایڑی سے ایک گول دائرہ بنا دیا۔ دائرے کا قطر بارہ فٹ تھا۔ اب وہ زنجیر کا سرا پکڑ کے اس دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ دریا کے کنارے بید کا جھنڈ تھا۔ اُس نے جھنڈ سے ٹہل کے چھ فٹ کی ایک موٹی، لچک دار چھڑی کاٹی اور دوبارہ صنوبر کے پاس آ گیا۔ چھڑی اُس نے ایک بڑے پتھر کے قریب رکھ دی اور زنجیر کا سرا پکڑ کے پتھر کے پاس بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنی بائیں پنڈلی میں ٹخنے سے اوپر زنجیر لپیٹی اور بولٹ میں نٹ چڑھا کے ہتھوڑے سے نٹ کا نچلا والا حصہ پچکا دیا۔ اُس کی ٹانگ اور درخت کے تنے کی صورت ایک ہو گئی۔ زنجیر

کٹے بغیر اُس کی ٹانگ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی تھی۔ یکایک اُس نے پوری قوت کے ساتھ ہتھوڑا دائرے سے باہر پھینک دیا اور اپنی جیبیں ٹٹولیں۔ جیبوں سے ایک چاقو، ایک ماچس اور چند گولیاں برآمد ہوئیں۔ اُس نے یہ چیزیں بھی دائرے سے باہر دُور پھینک دیں۔ دائرے کے اندر اور باہر جہاں تک اُس کا ہاتھ پہنچ سکتا تھا، اُس نے تمام چھوٹے بڑے پتھر، ٹہنیاں کافی فاصلے پر اچھال دیے۔ اُس کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں رہی جسے پھینک کر وہ دائرے سے باہر کے کسی شخص کو گزند پہنچا سکے۔ خود کو اُس نے اس طرح قید کر لیا تھا کہ اب کوئی دوسرا ہی شخص زنجیر کاٹ کے اُسے رہائی دلا سکتا تھا۔ کچھ دیر تک وہ ذہن پر زور ڈالتا رہا کہ ممکن ہے کوئی احتیاطی تدبیر چھوٹ گئی ہو مگر ہر تدبیر پوری ہو گئی تھی۔ وہ مطمئن ہو گیا اور درخت سے ٹیک لگا کے بیٹھ گیا۔ اُس کی نظریں کیبن کی جانب تھیں اور وہ سورج طلوع ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

راجر اور ڈیلڈا نے اپنی ازدواجی زندگی ٹوئن فال نامی قصبے سے شروع کی تھی۔ انھوں نے اپنی مشترکہ پونجی سے ایک جنرل اسٹور خرید لیا تھا مگر کاروبار میں انھیں مکمل ناکامی ہوئی۔ وہ دونوں کھیتوں میں کھیل کود کر بڑے ہوئے تھے اس لیے زمین کا سینہ چاک کر کے غلہ تو نکال سکتے تھے لیکن کاروبار کرنا اُن کے بس سے باہر تھا۔ جنرل اسٹور میں اُن کی تقریباً تمام پونجی لگ گئی تھی۔ اب وہ مجبور تھے کہ آبادی سے خاصے فاصلے والی کوئی سستی زمین خریدیں۔ آبادی سے فاصلے والی سستی زمینیں دوسرے کاشت کار نہیں خریدتے تھے۔ راجر اور ڈیلڈا نے یہ زمین خرید لی اور اس پر کام کرنے لگے۔ اُنھیں آبادی سے اتنی دور رہنا ناگوار نہیں گزرتا تھا۔ کام اس قدر تھا کہ اُنھیں تنہائی محسوس کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ وہ ایک مطمئن اور آسودہ زندگی گزار رہے تھے۔ اُن کے دو بچے تھے پیٹر اور سوزی۔ پیٹر کی عمر ڈیڑھ سال تھی، سوزی کی نو سال۔ ڈیلڈا گھر کے کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال کے علاوہ راجر کا ہاتھ بھی بٹاتی تھی۔

اُن کی زمین آبادی سے بہتر میل کے فاصلے پر تھی۔ آبادی تک پہنچنے کا صرف ایک راستہ تھا۔ دریا کے کنارے کنارے مشرق کی سمت سفر کیا جائے۔ راستے میں بے شمار چٹانیں پڑتی تھیں اور متعدد ٹیلے آتے تھے۔ انھیں عبور کرنے کا آسان طریقہ یہ تھا کہ مسافر اُن کے گرد چکر کاٹ کے دوبارہ دریا کے ساتھ سفر شروع کر دے۔ یہاں سے وہاں تک پہلا مکان پورے ساٹھ میل طے کرنے کے بعد بگ مڈرک کے پاس تھا۔ پھر بارہ میل کے فاصلے پر برنٹ پائن نامی قصبہ تھا۔ سڑک پکی تھی اس لیے یہ بارہ میل آسانی سے طے ہو جاتے تھے۔ قصبے میں زندگی کی تمام سہولتیں موجود تھیں۔ ہر قسم کی دکانیں، ڈاک خانہ، اسپتال، ٹیلی فون اور ہائی وے۔ ہائی وے پر دن رات بسیں چلتی تھیں۔

راجر ہر سال اکتوبر میں قصبے جاتا تھا۔ اُس کے پاس چند قیمتی

Https://www.facebook.com/groups/372605677178945/

سونا اور لومڑیوں کی عمدہ کھالیں ہوتی تھیں۔ یہ سونا وہ سال بھر تک دریا کی ریت چھان چھان کے جمع کرتا تھا۔ سونے اور کھالوں کی فروخت سے اُسے چار ساڑھے چار سو ڈالر مل جاتے تھے۔ یہ رقم ضروری اشیا خریدنے کے لیے کافی ہوتی تھی۔ واپسی کے لیے وہ لکڑی کے کچھ تختے خرید کے ایک کشتی بنا لیتا تھا۔ کشتی اُسے سارے سامان سمیت نہایت آرام سے اُس کے کھیت پہنچا دیتی تھی۔ کھیت پہنچ کے راجر کشتی کے تختے علیحدہ کر لیتا تھا۔ ان تختوں سے وہ اپنے کیبن میں ضروری اضافے کرتا تھا۔

سورج طلوع ہونے لگا۔ اُس کی نارنجی شعاعیں آبی ورثے کا مغربی حصہ روشن کرنے لگیں۔ راجر کو معلوم تھا کہ شعاعوں کی رنگت سنہری ہو جائے گی تو یہ کھڑکی کے ذریعے کیبن میں داخل ہوں گی اور ڈیلڈا بیدار ہو جائے گی۔ کچھ دیر بعد اُس نے کافی کی اشتہا انگیز خوشبو سونگھی اور ڈیلڈا کی تروتازہ آواز سنی۔ وہ اُسے آواز دے رہی تھی۔ راجر کھڑا ہو گیا۔

"میں یہاں ہوں ڈیلڈا! باہر۔ تم ذرا یہاں آؤ۔ سوزی کو بھی اپنے ساتھ لے آؤ۔"

اُس کی بیوی اور لڑکی کیبن سے باہر نکلیں۔ راجر نے فوراً چھڑی سے دائرے کی طرف اشارہ کیا۔ "اس دائرے سے آگے مت بڑھنا!"

ڈیلڈا کی بھوری آنکھیں روشن ہو گئیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھرنے لگی۔ راجر ہر روز دن کا آغاز اکثر کسی چھوٹے موٹے مذاق سے کرتا تھا۔ ڈیلڈا اُس کی یہ ممانعت بھی ایک مذاق تصور کر رہی تھی لیکن جیسے ہی اُس نے راجر پہ نظر ڈالی، اُس کی مسکراہٹ معدوم ہو گئی اور چہرے کی گلابی رنگت اُڑنے لگی۔ ننھی سوزی نے سپاٹ لہجے میں کہا: "ممی! دیکھو، ڈیڈی زنجیر سے بندھے ہوئے ہیں!"

"یہ کیا ہے راجر؟" ڈیلڈا نے بچی کو خود سے قریب کر کے پوچھا۔

"رات کو میں تہ خانے میں کام کر رہا تھا۔ بدقسمتی سے وہاں بڑی سی ایک اسکنک چھپا ہوا تھا۔" راجر نے ڈیلڈا کو اپنا دایاں ہاتھ دکھایا۔ "اسکنک نے مجھے کاٹ لیا۔ میں نے اُس کے دانتوں کے نشانات میں آیوڈین بھر دی تھی۔ اب کوئی تکلیف نہیں ہے۔"

اسکنک امریکا میں بلی کے برابر ایک جنگلی جانور ہوتا ہے۔ وہ گوشت کھاتا ہے۔ اُس کی کھال سیاہ ہوتی ہے اور اُس پہ سفید پٹیاں ہوتی ہیں۔ اُس کی دم بہت موٹی اور گھنی ہوتی ہے۔ اگر پاگل اسکنک کسی شخص کو کاٹ لے تو یہ اندیشہ رہتا ہے کہ وہ شخص بھی پاگل ہو جائے گا۔ ڈیلڈا اسکنک کا نام سُن کے ہراساں ہو گئی۔ اُس نے راجر سے پوچھا۔

"تم نے رات کو تو کچھ نہیں بتایا؟"

"رات کو میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔" راجر نے سکون سے جواب دیا۔ "مجھے کاٹ کے وہ بوری سے باہر گر گیا تھا پھر فرش پہ دوڑنے لگا۔ وہ کبھی دیوار سے ٹکرا کے گر جاتا، کبھی کسی دوسری

چیز سے ٹھوکر کھاتا لیکن سنبھل کے دوبارہ دوڑنے لگتا۔ تہ خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا مگر ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اندھا ہو گیا ہے، اُسے راستہ نظر نہیں آ رہا۔ یہ بھی اچھا ہوا۔ وہ اگر باہر نکل جاتا تو شاید پھر ہاتھ نہ آتا۔ میں نے اُسے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد ہی ہلاک کر دیا۔"

ڈیلڈا ایک ہلکی سی چیخ کے ساتھ دوڑ کر اپنے شوہر سے لپٹ گئی۔ راجر نے اُسے مضبوطی سے تھام لیا۔ ننھی سوزی سسکیاں لینے لگی۔ راجر نے ڈیلڈا کو خود سے جدا کرتے ہوئے کہا: "تم دائرے سے باہر نکل جاؤ اور دوبارہ اس میں قدم نہ رکھنا۔"

ننھا پیٹر نہ جانے کب کیبن سے باہر نکل آیا تھا۔ وہ انھیں تلاش کرتا ہوا وہیں پہنچ گیا اور ڈیلڈا کا اسکرٹ کھینچنے لگا۔ ڈیلڈا نے راجر کی طرف سے نظریں ہٹائے بغیر سوزی کو مخاطب کیا: "سوزی، پیٹر کو اندر لے جا کے ناشتہ کرا دو۔" سوزی پیٹر کو لے کے مڑ مڑ کے پیچھے دیکھتی ہوئی کیبن میں چلی گئی۔

ڈیلڈا نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا: "راجر کیا...... کیا اُس موذی کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے؟"

راجر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہاں نکل رہے تھے۔ اسی لیے میں نے اُسے مار کے اُس کا پورا جسم باہر پھینک دیا تھا لیکن اس کا سر محفوظ کر لیا ہے۔"

"کیا ڈاکٹر اُس کے سر سے یہ اندازہ کر لیں گے کہ وہ پاگل تھا یا نہیں؟"

"ڈاکٹر کتّے کے سر سے تو یہ بات معلوم کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے اسکنک کے سر سے بھی معلوم کر لیتے ہوں۔"

"راجر!" ڈیلڈا کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اُس کی آواز حلق میں پھنس گئی۔ چند لمحوں بعد وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی: "وہ تمھیں...... کیا تمھیں معلوم ہے کہ اس کے اثرات کتنی دیر بعد ظاہر ہوتے ہیں؟"

راجر نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "میں نے سنا ہے کہ اس کے اثرات کسی بھی وقت ظاہر ہو سکتے ہیں اور یہ بھی سنا ہے کہ جو جاندار پاگل ہو جائے، وہ پانی سے ڈرنے لگتا ہے اور......" اُس نے فقرہ نامکمل چھوڑ دیا اور عقب میں بہنے والا دریا دیکھا۔ "اب تک تو مجھے پانی سے ڈر نہیں لگا۔"

"اوہ راجر!" ڈیلڈا کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کے زمین پر اکڑوں بیٹھ گئی۔ اُس کا نازک بدن سسکیوں کے ساتھ جھٹکے کھا رہا تھا۔

راجر بے اختیار اپنی بیوی کی جانب بڑھا۔ "اوہ میری...... میری ڈیلڈا!" آہنی زنجیر نے اُسے روک لیا۔ "پلیز، ڈیلڈا! ہمت سے کام لو ڈارلنگ!" سوزی دروازے سے اُن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ راجر نے

بلند آواز میں کہا: "تم بھائی کے پاس جاؤ ڈیٹی! انہیں تو وہ روئے گا۔ ہم تمہیں بعد میں سب کچھ بتا دیں گے۔" سوزی دروازے سے غائب ہو گئی۔

"ڈیلڈا!" راجر نے پُرسکون انداز میں کہا: "ہم پر بُرے وقت پہلے بھی پڑ چکے ہیں۔ وہ بُرا وقت یاد ہے جب اپنی سوزی کو انتہائی تیز بخار چڑھا تھا۔ میں نے اور تم نے اس مصیبت کا ڈٹ کے مقابلہ کیا تھا اور اسے شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن اس بار صرف میں اور تم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہر قیمت پر باہر سے مدد حاصل کرنی پڑے گی۔"

ڈیلڈا کی سسکیاں بند ہو گئیں۔ اس نے چہرہ اٹھا کے راجر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور رونے کی وجہ سے ناک سرخ ہو رہی تھی۔ راجر بولتا رہا: "میں نے اس صورتِ حال پر خوب غور کر لیا ہے۔ میرے سامنے کئی راستے تھے۔ ایک صورت یہ تھی کہ میں تنہا یہاں سے آبادی کی طرف روانہ ہو جاتا۔ آبادی میں ڈاکٹر ہیں، اسپتال ہیں اور جدید آلات ہیں لیکن اس میں یہ ڈر تھا کہ میں کہیں آبادی تک پہنچنے سے پہلے ہی اپنے انجام کو نہ پہنچ جاؤں۔ اگر ایسا ہو جاتا تو ممکن ہے میں دریا میں ڈوب جاتا یا کسی پہاڑی سے گر کے ہلاک ہو جاتا۔ خیر اس کا مجھے قطعی خوف نہیں تھا۔ اصل ڈر یہ تھا۔" راجر کی آواز دھیمی ہو گئی۔ "کہیں میں پلیٹ کے یہاں نہ آ جاؤں۔ جو شخص پاگل ہو جائے، اُسے یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہاں واپس آ کے میں تمہیں اور بچوں کو کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا۔ یہ میں نے گوارا نہیں کیا۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ ہم سب مل کر آبادی کی طرف جاتے لیکن اس میں بھی یہی ڈر تھا کہ میں راستے میں کہیں بھی تم لوگوں کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ تم تنہا اپنا اور بچوں کا دفاع کس طرح کرتیں۔ دفاع کی صرف یہ صورت ہو سکتی تھی کہ تم مجھے گولی مار دیتیں لیکن میرا خیال ہے کہ تم کسی بھی حالت میں مجھے گولی نہیں مار سکتیں۔"

ڈیلڈا نے اثبات میں سر ہلایا۔ راجر نے کہا: "ایک صورت یہ بھی تھی کہ تم مجھے زنجیر سے باندھ کے بچوں کے ساتھ قصبے چلی جاتیں۔ حالت بگڑنے پر میں تم لوگوں کا تعاقب نہیں کر سکتا تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ بچوں کے ساتھ خاص طور پر ننھے جیفر کے ساتھ تم اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتیں۔"

"میں تنہا چلی جاؤں گی۔" ڈیلڈا نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"سوزی تمہاری اور جیفر کی دیکھ بھال کر سکتی ہے۔"

راجر نے اقرار میں سر ہلایا: "ہاں، اب ہمارے پاس یہی ایک راستہ ہے۔ سوزی کو یہ سمجھانا پڑے گا کہ وہ دائرے کے اندر کسی بھی صورت میں قدم نہ رکھے، نہ مجھے کوئی ایسی چیز لا کر دے جس سے میں زنجیر کاٹ سکوں۔" راجر خاموش ہو کے کچھ سوچنے لگا۔ "تم جس ریتی سے چاقو وغیرہ تیز کرتی ہو، وہ اب بھی باورچی خانے میں موجود ہے۔ تم اُسے اوزاروں کے صندوق میں ڈال کے صندوق مقفل کر دو اور چابی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ کیبن میں لوہے کی ایک لمبی سلاخ اور کلہاڑی بھی موجود ہے۔ یہ چیزیں تم چھت پر پھینک دینا۔"

ڈیلڈا نے دریافت کیا: "اسکنک کا سر تو اپنے ساتھ لے جاؤں نا؟"

راجر نے کہا: "ہاں، رات کے وقت اُسے کھلی ہوا میں رکھنا اور دن کے وقت سورج کی تمازت سے بچانا۔"

یہاں سے ساٹھ میل دور پہلا مکان مسٹر سینڈرز کا تھا۔ ڈیلڈا نے کیبن کی طرف بڑھتے ہوئے کہا: "میں جلد از جلد مسٹر سینڈرز کے مکان تک پہنچنے کی کوشش کروں گی۔ وہاں سے وہ مجھے اپنی پک اپ میں بٹھا کے قصبے لے جائیں گے اور......"

"ٹھہرو۔" راجر نے تیزی سے کہا۔ ڈیلڈا رکی اور پلٹ کے اپنے شوہر کو دیکھنے لگی۔ "تم مسٹر سینڈرز کے مکان تک شاید چار پانچ روز میں پہنچ سکو گی۔ دیکھو، اطمینان سے سفر کرنا۔ اگر تم نے جلد بازی کی تو شاید کبھی وہاں تک نہ پہنچ سکو۔ تمہیں بہت سکون اور سست رفتاری سے سفر کرنا ہوگا۔ جب تھکن ہونے لگے تو اعصاب پر زیادہ بوجھ نہ ڈالنا، فوراً آرام کی فکر کرنا۔ سورج غروب ہونے کے بعد سفر قطعی جاری نہ رکھنا بلکہ بہت سی لکڑیاں جمع کر کے آگ جلا لینا اور رات بھر آگ کے قریب رہنا۔ میری ایک رائفل ساتھ لے جانا۔ رائفل سے تم پرندے اور خرگوش بھی شکار کر سکو گی نیز وحشی درندوں سے بھی محفوظ رہو گی۔ مچھلی پکڑنے کی ڈوری اور کانٹا بھی لیتی جانا۔ چلتے چلتے تم تھک جاؤ تو دریا کے کنارے بیٹھ کر سستا لینا اور کانٹا پانی میں ڈال دینا۔ امید ہے کہ تم ایک آدھ مچھلی پکڑنے میں بھی کامیاب ہو جاؤ گی۔"

ڈیلڈا کی نظر پہلی بار راجر کے چاقو اور ماچس پر پڑی۔ وہ جھک کر یہ چیزیں اٹھانے لگی۔ راجر نے جدھر ہتھوڑا پھینکا تھا، اُدھر اشارہ کیا: "اُس طرف ہتھوڑا بھی پڑا ہے۔ اُسے بھی اوزاروں کے صندوق میں بند کر دو۔ تم اپنے ساتھ بہت ساری ماچسیں لے جانا تاکہ آگ جلانے میں پریشانی نہ ہو۔ آج کل ڈبیاں بے حد سیلی ہوتی ہیں۔ کہیں تمہیں نمونیا نہ ہو جائے۔ تھوڑا سا نمک بھی لے جانا۔ نمک سے سینکا ہوا گوشت کھانے میں آسانی رہے گی لیکن ان چیزوں کے علاوہ کچھ نہ لینا۔ لمبے سفر میں تنکے بھر کا وزن بھی کئی من کا محسوس ہوتا ہے۔"

ڈیلڈا نے نظریں اٹھا کے آبی دستے کا جائزہ لیا: "میں تمہارے ساتھ کئی بار قصبے گئی ہوں لیکن میں نے کبھی راستے پر دھیان نہیں دیا کیونکہ تم جو ہوتے تھے میرے ساتھ۔"

"تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" راجر نے کہا۔ "تم دستے کے اوپر سے سفر شروع کرنا اور گھوم کے دریا کے کنارے کنارے مشرق کی طرف چلی جانا۔ اگر کسی جگہ تم سمت کا تعین

telegram link https://t.me/+I_Fxda8LnVViOGU0

نہ کرسکو تو گھبرانا نہیں، بس دریا کا بہاؤ دیکھ کر اُس کی مخالف سمت میں چلنا۔ اس طرح کنارے کنارے چلتی ہوئی تم مسٹر سینڈلر کے مکان تک پہنچ جاؤ گی۔ یہ دریا وہیں سے گزرتا ہے۔ یہاں سے تم اوپر اور پر مشرق کی طرف چلنا، آگے دو آبی درّے چھوڑ کے تیسرے درّے میں اتر جانا اور دریا کے کنارے آجانا۔" اُس نے خاموش ہو کے کچھ سوچا۔ "اس کے بعد راستے میں چار پہاڑیاں آئیں گی۔ اُن کے گرد تمھیں گھومنا پڑے گا اور اگر دریا کی سطح بلند ہو گئی تو تمھیں پانچ پہاڑیوں کا سامنا کرنا ہو گا۔" وہ دوبارہ کچھ سوچنے لگا۔ چند لمحوں بعد اُس نے کہا: "ایک بات کا خاص خیال رکھنا۔ جب بھی کنارہ چھوڑنا ہو، خوب پیٹ بھر کے پانی پی لینا۔ درّوں کی ڈھلانوں پر چڑھ کے انھیں عبور کرنے کی کوشش ہرگز مت کرنا۔ اس طرح تم وقت اور فاصلہ نہیں بچا سکو گی کیونکہ ڈھلانیں بہت خطرناک ہوتی ہیں۔ تم بار بار پھسلو گی اور نیچے آجاؤ گی۔ اس کے علاوہ ڈھلانوں پر بڑے بڑے پتھر بھی ہوتے ہیں۔ تمھارے پھسلنے سے وہ بھی پھسل سکتے ہیں۔" راجر پھر کسی خیال میں ڈوب گیا۔ "ایک بات کا اور خیال رکھنا۔ اگر راستے میں کسی پہاڑی ریچھ یا شیر سے سامنا ہو جائے تو بھاگنے یا اُس پر رائفل تاننے کی کوشش نہ کرنا۔ چپ چاپ اپنی جگہ کھڑی رہنا۔ وہ تمھیں تمھارے حال پر چھوڑ کے آگے بڑھ جائے گا۔ ہاں اگر وہ حملہ کرنے کی کوشش کرے تب تم رائفل سے اپنا دفاع کرنا۔ ویسے حملے کا امکان بے حد کم ہے اس لیے تمھیں اُس سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ راستے میں کئی جگہ تم پر یہ انکشاف بھی ہو گا کہ تم صحیح راہ سے بھٹک گئی ہو۔ تم کسی درّے میں داخل ہو گی اور وہ درّہ کسی دیوار کے مانند کھڑی ہوئی ڈھلان پر ختم ہو گا۔ ایسے موقعوں پر تم ڈھلان سے اترنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ کسی دوسرے راستے سے آبی درّے میں چلی جانا۔" راجر اپنی خوب صورت بیوی کی طرف دیکھ کے پہلی بار مسکرایا۔ "دریا مسٹر سینڈلر کی حدود سے گزرتا ہے۔ تم دریا کو رہنما بناؤ گی تو بھٹکنے کا امکان ہی نہیں ہو گا۔"

صرف آدھے گھنٹے بعد ڈیلڈا آبی درّے کی چڑھائی پر چڑھ رہی تھی۔ اُس کے ایک ہاتھ میں بھری ہوئی رائفل تھی۔ وہ مڑ مڑ کے پیچھے دیکھتی جا رہی تھی۔ آخری موڑ پر اُس نے فضا میں ہاتھ لہرایا اور اوجھل ہو گئی۔ سوزی کیبن کے باہر بیٹھی ہوئی غور سے اپنے باپ کو دیکھ رہی تھی۔ اُس کے قریب ننھا پیٹر کسی چیز سے کھیل رہا تھا۔ ڈیلڈا اوجھل ہوئی تو راجر اداس ہو گیا۔ سوزی کی طرف نظر اٹھا کے وہ مسکرا دیا۔ "ہیلو محترمہ! اب آپ چند روز ممی بن کے گھر کا انتظام سنبھالیں گی۔"

"یہ تو بڑا آسان کام ہے ڈیڈی۔" سوزی نے اعتماد سے کہا جیسے وہ کوئی بہت تجربہ کار عورت ہو۔

"بے شک سوزی! لیکن اگر ہم اپنے کاموں میں کچھ تبدیلی کر لیں تو زیادہ مزا آئے گا۔ کیا خیال ہے؟ مثلاً تم کھانا وغیرہ گھر کے اندر مت پکانا۔ کیبن کے باہر دو پتھر رکھ کے چولھا بنا لو۔ تم یہاں کھانا پکاؤ گی تو میں بھی تمھیں دیکھتا رہوں گا۔"

"لیکن ڈیڈی! اگر بارش ہو گئی تو؟" سوزی کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"اوہ۔" راجر مسکرایا۔ "بارش ہو رہی ہو تو کھانا نہ پکانا۔ ہم ٹھنڈی چیزیں کھا کے گزارا کر لیں گے۔"

"لیکن پیٹر کو ٹھنڈی چیزیں نقصان پہنچائیں گی ڈیڈی!" سوزی نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "ٹھنڈے دلیے کو وہ ہاتھ بھی نہیں لگائے گا اور تو زیادہ چینی والا دلیا بھی نہیں کھاتا۔"

"بات یہ ہے بیٹی!" راجر نے بے بسی سی محسوس کی۔ "میں نہیں چاہتا کہ تم آگ کیبن کے اندر جلاؤ۔ وہاں اگر آگ لگ گئی تو میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

"نہیں ڈیڈی! میں نے سینکڑوں بار اسٹوو جلایا ہے اور لالٹین بھی جلائی ہے۔ بالکل ممی کی طرح۔"

راجر جھنجلا گیا۔ "دیکھو سوزی! میں نے کہہ دیا ہے، آگ مکان کے اندر نہیں جلے گی۔ سمجھ گئیں؟"

سوزی کے پتلے پتلے ہونٹ کانپنے لگے۔ "ڈیڈی! اگر مجھے ممی بن کے گھر چلانا ہے تو میں، ممی ہی کی طرح اسٹوو بھی جلاؤں گی اور لالٹین بھی۔"

راجر نے شکست مان لی۔ "اچھا بیٹی اچھا، مگر یاد رکھنا، اب اس گھر کی سلامتی تم پر منحصر ہے۔ تمھیں آگ جلاتے وقت بہت ہی احتیاط سے کام لینا ہو گا۔"

سوزی کو اپنی ذمّے داری کا احساس تھا۔ اُس نے گمبھیر انداز میں سر ہلایا اور کچھ دیر تک ٹکٹکی باندھ کے راجر کو دیکھتی رہی۔ "آپ کو کیا ہوا ہے ڈیڈی؟"

"مجھے؟ مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"لیکن آپ کو کچھ ہونے والا ہے نا؟"

"نہیں بیٹی مگر ..." اُس نے کچھ رُک کے کہا۔ "ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہو سکتا ہے میں بہت جلد یا بہت دیر میں اچانک عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگوں لیکن ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔" اُس نے چھڑی سے دائرے کی طرف اشارہ کیا۔ "تمھاری ممی نے اس کے متعلق تو تمھیں بتا دیا ہے نا؟"

"ہاں انھوں نے کہا تھا کہ یہ ایک نیا کھیل ہے۔ ہمیں کھیل میں بھی دائرے سے باہر رہنا ہو گا۔"

راجر نے نفی میں گردن ہلائی۔ "نہیں بیٹی! یہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ یہ تو زندگی اور موت کا سوال ہے۔ تم اسے کھیل ہرگز مت سمجھنا۔ سمجھ گئیں

سمجھاتا ہوں۔ میں تمھیں جب اپنی طرف کھانا لاتے ہوئے دیکھوں گا تو درخت کے دوسری طرف چلا جاؤں گا۔ تم ہاتھ بڑھا کے کھانا دائرے کے پاس رکھ دینا۔ دائرے کے اندر آنے کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔ میں کھانا کھا چکوں گا تو برتن چھوڑ کے دوبارہ درخت کے دوسری طرف چلا جاؤں گا۔ تم ہاتھ بڑھا کے برتن اٹھا لینا۔"

"اگر آپ درخت کے دوسری طرف نہ گئے تو؟" سوزی نے پلکیں پٹ پٹائیں۔

"تو تم سمجھ لینا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں۔ پھر مجھے کھانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس بیماری میں بھوک بالکل نہیں لگتی اور ہاں، اس بات کا خاص خیال رکھنا بیٹی کہ بیمار ہونے کے بعد اگر میں تم سے کوئی چیز طلب کروں، چاہے وہ کوئی بھی چیز ہو تو تم ہرگز ہرگز نہ دینا اور میرے قریب تک مت آنا۔ میں اگر پینے کے لیے پانی بھی مانگوں تو مت دینا۔ ممکن ہے، میں بیماری کی حالت میں تمھیں کوئی سخت بات کہہ دوں، چیخوں، چلاؤں لیکن تم میری کسی بات کا برا ماننا، نہ میرے کسی حکم کی تعمیل کرنا۔ سمجھ گئیں سوزی؟ میری بیٹی تو بہت سمجھ دار ہے۔"

سوزی نے معصومیت سے پوچھا: "ڈیڈی! اگر آپ بیمار ہو گئے تو کیا مر جائیں گے؟"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تم بس یہ خیال رکھنا کہ اگر میں بیمار ہو جاؤں تو میرا کوئی حکم مت ماننا۔ میں کتنا ہی شور کروں، بگڑوں، مجھے کوئی چیز لا کر مت دینا اور اس دائرے سے ہمیشہ دس قدم دور رہنا۔ میرا کھانا پینا بند کر دینا۔ میری کسی بات کا برا نہ ماننا۔ زیادہ تر گھر کے اندر رہنا اور ننھے پیٹر کا خیال رکھنا۔"

سوزی کھڑی ہو گئی۔ پیٹر کھیل رہا تھا۔ سوزی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا: "چلو پیٹر! مجھے گھر کی صفائی کرنی ہے۔ گھر کیا ہے، کباڑ خانہ بنا ہوا ہے۔"

راجر مسکرا دیا۔ سوزی بالکل اپنی ماں کی نقل کر رہی تھی۔ راجر درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور پاگل پن کے متعلق سنی ہوئی باتیں یاد کرنے لگا۔ اس نے سنا تھا کہ کوئی آدمی پاگل ہو جائے تو اس میں بے پناہ قوت آ جاتی ہے۔ وہ اپنی قوت کے ناقابل یقین مظاہرے کرتا ہے اور اپنی راہ میں حائل ہونے والے ہر جاندار کو ہلاک کر دیتا ہے۔ کچھ لوگ پاگل ہو کر انتہائی ذہین اور چالاک ہو جاتے ہیں، وہ اپنی رہائی کے لیے بہت جامع منصوبے بناتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں یہ کیفیت پاگل پن کی بدترین کیفیت ہو گی۔ راجر کو یقین تھا کہ اگر اس نے معمول کے خلاف کچھ حرکتیں کیں تو سوزی اس سے دور رہے گی اور اس کا کوئی حکم نہیں مانے گی۔ اور اگر اس نے یہ بات مد نظر رکھتے ہوئے سوزی کو اپنے قریب بلانے کا کوئی منصوبہ بنا لیا تو؟ راجر نے یہ خیال فوراً رد کر دیا۔ اسے یقین تھا کہ کوئی شخص کتنا ہی پاگل ہو جائے، اپنی نو سالہ بچی کو قتل کرنے کا منصوبہ نہیں بنا سکتا۔ وہ دیر تک انھی خیالوں میں غرق رہا پھر کچھ سوچ کے کھڑا ہو گیا۔ اس نے مڑ کے دریا کی طرف دیکھا۔ اسے پانی سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ فی الحال قطعی صحیح الدماغ ہے لہٰذا آخری کام کے لیے اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس نے سوزی کو آواز دینے کے لیے منہ کھولا۔ اس کی پیشانی پر پسینہ پھوٹنے لگا۔ سوزی نے دروازہ کھول کے اس کی طرف دیکھا۔ راجر نے زور سے کہا: "تم پیٹر کے ساتھ میرے اور ممی کے کمرے میں سو جانا۔"

سوزی مسکرائی: "اب کمرہ ہے ہی آپ۔ میں تو پہلے ہی اپنی چیزیں آپ کے کمرے میں پہنچا چکی ہوں۔"

"اچھا۔ میری بیٹی تو بہت سمجھ دار ہے۔" اس نے تعریفی نگاہ سے سوزی کو دیکھا: "سوزی! مجھے بستر اور کمبل کی ضرورت پڑے گی۔ کیا تم میرا بستر اور کمبل یہاں لا سکتی ہو؟"

"ہاں ڈیڈی! ابھی لائی۔" سوزی پلٹی۔

"ٹھہرو۔" راجر نے تحکمانہ لہجے میں کہا: "تمھیں یاد ہے، میں نے کیا کہا تھا؟"

سوزی نے کہا: "جی ہاں ڈیڈی! یاد ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ دائرے میں قدم نہ رکھنا۔"

"ہاں۔ دائرے میں ہرگز نہ آنا اور جب تک میں دوسری طرف نہ چلا جاؤں، کوئی چیز دائرے میں نہ رکھنا۔ اب تم باری باری میرا بستر اور کمبل لے آؤ۔"

سوزی دوڑتی ہوئی اندر چلی گئی۔ وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ایک تکیہ تھا اور بستر پر بچھانے کی چادر تھی۔ راجر درخت کے دوسری طرف چل دیا مگر اس سے پہلے کہ وہ دوسری طرف پہنچتا، سوزی نے تکیہ اور چادر دونوں چیزیں دائرے میں پھینک دیں پھر تیز تیز قدموں سے واپس چلی گئی۔ راجر کچھ دیر تک ایک جگہ کھڑا رہا پھر اس نے واپسی کے لیے چند قدم اٹھائے۔ اب سوزی کیبن سے کمبل اٹھائے ہوئے باہر آ رہی تھی۔ راجر رک گیا۔ سوزی اپنے کام میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے راجر کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ کمبل دائرے میں ڈال کے وہ چلی گئی۔

راجر کی نظریں کیبن پر جمی ہوئی تھیں۔ اس بار سوزی کو باہر نکلنے میں خاصی دیر لگ گئی۔ وہ نو سال کی ایک دبلی پتلی لڑکی تھی۔ رضائی سے بھرا ہوا گدا اس سے سنبھل نہیں رہا تھا۔ گدا دروازے میں پھنس گیا مگر اس نے کسی نہ کسی طرح کھینچ کے اسے باہر نکال لیا اور گھسیٹتی ہوئی سامنے لے آئی۔ راجر دائرے کی لکیر کے قریب تکیے اور کمبل کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے اپنا بایاں ہاتھ آگے بڑھایا: "لاؤ، مجھے دے دو۔"

Https://www.facebook.com/groups/372605677178945/

شفقت کی وجہ سے سوزی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور سانس پھول گئی تھی۔ اُس نے زور لگا کے گدّا اپنے باپ کی طرف بڑھا دیا۔ راجر نے دفعتاً مضبوطی سے سوزی کا ہاتھ پکڑ لیا اور وحشیانہ انداز میں اُس کی پتلی پتلی ٹانگوں پر تین بار چھڑی ماری۔ سوزی تڑپ کے بُری طرح چیخی، چند لمحوں تک وہ بے یقینی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اپنے باپ کو دیکھتی رہی پھر سسکتی ہوئی کیبن کی طرف بھاگ گئی۔ راجر پوری قوت سے چیخا۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرے قریب نہ آنا۔" اُس نے چھڑی زمین پر پٹخ دی اور تنے سے سر ٹکرا ٹکرا کے رونے لگا۔ اُس کے حلق سے گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں وہ کسی بچّے کی طرح ہچکیاں لے لے کے رو رہا تھا۔ آج سے پہلے اُس نے سوزی کو کبھی نہیں مارا تھا۔

سورج آدھے دن کے اوپر آ گیا تھا۔ سوزی کیبن سے باہر نکلی۔ اُس کے ہاتھ میں ناشتہ تھا۔ راجر درخت سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ سوزی دائرے سے دس قدم دور رک گئی۔ راجر جلدی سے اٹھ کے دوسری طرف چلا گیا۔ سوزی نے آگے بڑھ کے ناشتہ دائرے میں رکھ دیا اور اُس کی سمت دیکھے بغیر فوراً واپس چلی گئی۔ آدھے گھنٹے بعد وہ برتن لینے آئی۔ راجر نے دوسری طرف سے کھانے کی تعریف کی لیکن سوزی نے کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ برتن اٹھا کے خاموشی سے کیبن میں چلی گئی۔

سہ پہر کے وقت راجر نے دیکھا کہ سوزی اندر کی طرف سے کھڑکی کے شیشے صاف کر رہی ہے۔ وہ بہت محنت سے رگڑ رگڑ کے شیشے صاف کر رہی تھی۔ ننھا پیٹر غالباً سو رہا تھا۔ راجر کا سینہ فخر و محبت سے لبریز ہو گیا۔ سوزی بالکل اپنی ماں ڈیلیڈا کی طرح تھی۔ ڈیلیڈا کا خیال آتے ہی وہ سوچنے لگا کہ اس وقت وہ کہاں تک پہنچی ہوگی۔ راجر اندازہ لگا سکتا تھا کہ ڈیلیڈا نے اب تک کتنا فاصلہ طے کیا ہوگا۔ اُسے اس امر کا احساس تھا کہ انتہائی دشوار گزار راستوں پر سفر کرنا کس قدر مشکل ہوتا ہے۔ خصوصاً چٹانوں پر چڑھنا، چٹانوں پر اوندھے لیٹ کر، سنگ ریزوں اور پتھروں پہ کھسک کھسک کر سفر کیا جاتا ہے۔ ڈیلیڈا عورت تھی۔ رائفل وغیرہ کے ساتھ ابھری ہوئی چٹانوں پر سفر کرنا اُس کے لیے انتہائی دقت طلب تھا۔ اُس کی سانس بری طرح پھول جاتی ہوگی۔ اُسے ہر سو فٹ کے فاصلے پر تھک کے ٹھہرنا پڑتا ہوگا۔ کچھ دیر میں اُس کے حواس درست ہوتے ہوں گے تو اُسے ٹانگوں میں درد محسوس ہوتا ہوگا۔ وہ اپنا دل کانوں میں دھڑکتا ہوا سنتی ہوگی جیسے کسی ویرانے میں پن چکی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ راجر سوچ رہا تھا کہ کاش ڈیلیڈا اُس کی ہدایت کے مطابق دریا سے خوب پانی پی لے کیونکہ دن چھپے وہ جس پہاڑی پر قیام کرے گی، وہاں پانی نہیں ہوگا اور اُسے پانی پینے کے لیے صبح کا انتظار کرنا پڑے گا۔

سوزی شیشے صاف کر کے باہر آ گئی اور باہر سے شیشے صاف کرنے لگی۔ راجر نے بہت نرمی سے اُسے پکارا۔ سوزی کے ہاتھ رک گئے مگر اُس نے پلٹ کے نہیں دیکھا۔ راجر بولا "سوزی! میری جان! میں نے تمھیں محض اس لیے مارا تھا کہ تم سے آئندہ ایسی غلطی نہ ہو۔" سوزی خاموشی سے دوبارہ شیشے صاف کرنے لگی۔ شیشے صاف کر کے وہ راجر کی طرف منہ کر کے کھڑی ہو گئی اور اُس کی طرف دیکھے بغیر دھیمی آواز میں پوچھنے لگی "پیٹر سو رہا ہے۔ کیا میں کچھ مچھلیاں پکڑ لوں؟" راجر نے پُرجوش انداز میں تائید کی۔ سوزی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اُبھری۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی کیبن میں چلی گئی۔ اُس کی مسکراہٹ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ بات سمجھ گئی ہے اور اُس کی ناراضی دور ہو چکی ہے۔

رات کے کھانے کے بعد راجر لگاتار کیبن کی طرف دیکھتا رہا۔ اُس نے لالٹین باورچی خانے سے خواب گاہ کی طرف جاتی ہوئی دیکھی پھر وہ خواب گاہ کی کھڑکیوں پر پڑنے والا عکس دیکھنے لگا۔ سوزی ننھے پیٹر کا لباس تبدیل کر رہی تھی۔ پیٹر رونے لگا۔ سوزی نے اُسے بالکل اپنی ماں کی طرح تھپک تھپک کے چپ کرایا پھر جھولے میں لٹا دیا۔ چند منٹ بعد لالٹین بجھ گئی۔ راجر نے اطمینان کی سانس لی۔ وہ دیر تک جاگتا رہا مگر جب سویا تو جلد ہی ایک خواب نے اُسے بیدار کر دیا۔ اُس نے دیکھا کہ لالٹین کی گرم چمنی پکڑنے سے اُس کی چھوٹی انگلی جل گئی ہے۔ تکلیف سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے جلدی سے انگلی کی طرف دیکھا پھر انگلیوں کے نیچے اسکنک کے دانتوں کے نشانات دیکھے۔ وہاں ورم آیا تھا، جلن محسوس ہو رہی تھی لیکن اُس نے مٹھی بند کی تو اُس کی بغل میں شدید ٹیس اٹھی۔ دہشت سے اُس کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ کیا پاگل پن کے جراثیم آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے اُس کی بغل تک پہنچ گئے ہیں؟ اب وہ اندر کی طرف بڑھیں گے اور گردن کے راستے دماغ تک پہنچ جائیں گے۔ دماغ میں آہستہ آہستہ اُن کی تعداد بڑھتی رہے گی اور آخر وہ اُس کے حواس پر مکمل قابو پا لیں گے۔ وہ پاگل ہو جائے گا۔ باقی رات اُس نے دائرے میں ٹہل ٹہل کے گزاری۔ صبح سورج طلوع ہونے تک وہ ٹہلتا رہا۔ دریا کی طرف رُخ ہوتا تو وہ پانی سے نظریں چرا لیتا لیکن دل پر جبر کرنے کے باوجود وہ پانی دیکھنے کی خواہش نہیں دبا سکا۔ اُس نے دریا کی موجیں دیکھیں۔ کچھ بھی نہیں ہوا۔ اُس کی ہمت بڑھ گئی۔ وہ بہت دیر تک دریا کو گھورتا رہا۔ سورج اچھی طرح نکل آیا اور بچے بیدار ہو گئے تو راجر کا خوف قطعی دور ہو گیا۔ مٹھی بند کرنے سے اب بھی بغل میں درد ہوتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اس درد کا پاگل پن سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ ہر گوشت خور جانور کی طرح اسکنک کے دانت زہر آلود ہوتے ہیں۔ شاید اُس کا کچھ زہر اُس کے خون میں شامل ہو گیا ہے اسی لیے بغل میں تکلیف

آئزک نیوٹن

علمی مصروفیات میں انتہائی منہمک رہتا تھا۔ ایک بار اُس نے اپنے ایک دوست کو کھانے کی دعوت دی۔ اُس کا دوست مقررہ وقت پر پہنچ گیا مگر نیوٹن اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا کام کرتا رہا۔ نیوٹن کے دوست نے اُس کا خاصی دیر انتظار کیا پھر تنگ آ کے سارا کھانا کھا گیا۔ نیوٹن کے لیے کچھ نہیں بچا۔ نیوٹن کو بہت دیر بعد کھانے اور مہمان کا خیال آیا۔ وہ دسترخوان پر پہنچا۔ اُس کے دوست نے نہ ناراضی ظاہر کی، نہ یہ بتایا کہ وہ سارا کھانا کھا چکا ہے۔ نیوٹن نے قاب سے خوان پوش اٹھا کر دیکھا تو بچی کھچی ہڈیاں پڑی تھیں۔ نیوٹن نے شرمندگی سے اپنے دوست کو دیکھا اور کہا

"یار معاف کرنا، میں کھانا کھا چکا ہوں،

اور تمھیں بھول گیا تھا۔"

ہو رہی ہے۔ راجر ایسے زخموں کا علاج جانتا تھا چنانچہ اُس کے لیے تشویش کی کوئی بات نہیں تھی۔

سوزی اُسے ناشتہ دینے آئی۔ راجر نے اُس سے گرم پانی اور ایپسم سالٹ منگوایا۔ سوزی دونوں چیزیں لے آئی۔ راجر نے ڈیڑھ سیر ایپسم سالٹ پانی میں گھول کے زخمی ہاتھ اُس میں ڈال دیا۔ ہر گھنٹے یا سوا گھنٹے بعد وہ پانی کا برتن دائرے کی لکیر پر رکھ دیتا۔ سوزی باورچی خانے سے دوبارہ پانی گرم کر کے لے آتی۔ رات ہوئی تو سوزی سو گئی۔ راجر ساری رات پانی میں ہاتھ ڈالے رہا۔ صبح تک بغل کا درد ختم ہو گیا۔ اُس نے پوری قوت سے مٹھی بند کی لیکن بغل میں ٹیس نہیں اٹھی۔ احتیاطاً اُس نے دوسرے دن بھی یہ علاج جاری رکھا۔

شام کے وقت آسمان پر کالے کالے بادل چھا گئے۔ کہیں دور بجلی چمکنے لگی اور بادل گرجنے لگے۔ بجلی چمکنے اور بادل گرجنے کے درمیانی وقفے سے راجر نے اندازہ لگایا کہ طوفان کا مرکز مشرق کی طرف چھ سات میل کے فاصلے پر ہے۔ سوزی نے بارش سے بچاؤ کے لیے اُسے ترپال لا کے دے دی۔ ترپال اُس کی اور بستر کی حفاظت کے لیے کافی تھی۔ رات بھر موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ نیند آنے تک وہ یہی سوچتا رہا کہ ڈیلڈا اِس وقت کہاں ہوگی۔ اُسے سفر شروع کیے ہوئے تین دن اور تین راتیں ہو گئی تھیں۔ اِس سرد رات میں اُسے کہاں پناہ مل سکتی ہے۔ وہ آگ بھی نہیں جلا سکی ہوگی۔ راجر نے ذہن پر بہت زور ڈالا لیکن اُسے ایسی کوئی جگہ یاد نہیں آئی جہاں ڈیلڈا کو بارش اور سردی سے پناہ ملتی۔ وہ اِسی خیال میں ڈوبا ہوا نہ جانے کب سو گیا۔

صبح مطلع صاف تھا۔ سورج آب و تاب سے طلوع ہوا۔ راجر بہت دیر تک نظریں جمائے دریا کو گھورتا رہا۔ اُسے پانی سے کوئی خوف تو نہیں آیا لیکن اُس نے ایک عجیب بات محسوس کی۔ دریا کی سطح راتوں رات دو فٹ سے زائد گر چکی تھی۔ یہ امر اُس کے لیے تعجب خیز تھا کیونکہ رات بھر بارش ہوئی تھی لہٰذا دریا کی سطح گرنے کے بجائے چڑھنی چاہیے تھی۔ راجر بار بار دریا کی سطح دیکھتا رہا۔ وہ برابر کم ہو رہی تھی۔ دوپہر تک دریا میں پانی آدھا رہ گیا اور اندر سے کچھ چٹانیں اُبھر آئیں۔ یہ چٹانیں راجر نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ گرمی میں بارش نہیں ہوتی تھی مگر اُس موسم میں بھی دریا کی سطح اس قدر نہیں گرتی تھی۔ پھر اب موسلا دھار بارش ہونے کے باوجود یہ کمی کیوں ہوئی؟ راجر سوچتا رہا، سہ پہر کو سطح گرنے کی وجہ اُس کی سمجھ میں آ گئی اور دہشت سے اُس کا خون منجمد ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اُس نے بدحواسی سے چیخ کر سوزی کو آواز دی۔ سوزی دوڑتی ہوئی کیبن سے نکلی۔ راجر نے چیخ کے کہا: "سوزی! فوراً کسی ہتھوڑے یا کسی اور چیز سے اوزاروں کے صندوق کا تالا توڑ کے چھینی اور ہتھوڑا نکال لاؤ۔ جلدی کرو۔ دیر مت کرنا ورنہ پورا دریا ہم پر اُمڈ آئے گا۔"

سوزی چند لمحوں تک آنکھیں پھاڑے ہوئے چپ چاپ اپنے باپ کو دیکھتی رہی پھر اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ روتی ہوئی کیبن میں چلی گئی۔ راجر چیخ چیخ کر اُسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔ کیبن کا دروازہ بند ہوتے ہی راجر کو اپنی بھول اور غلطی کا احساس ہو گیا۔ اُسے پہلے نہایت نرمی سے سوزی کو پوری بات سمجھانی چاہیے تھی۔ وہ اُسے پہلے دریا کی گرتی ہوئی سطح کی جانب متوجہ کرتا پھر اُسے اس حیرت انگیز کمی کا سبب بتاتا۔ سوزی فوراً سب کچھ سمجھ جاتی۔ طوفانی بارش کی وجہ سے رات کو کوئی بہت بڑی چٹان اپنی جگہ چھوڑ کے دریا میں گر گئی ہوگی۔ اُس نے پانی کا راستہ روک دیا ہے اس لیے دریا کی سطح گر گئی ہے لیکن پانی کو کون روک سکتا ہے؟ وہ چٹان کے دوسری طرف جمع ہو رہا ہوگا۔ دوسری طرف سطح برابر بلند ہو رہی ہوگی۔ چٹان نے دریا کے بہاؤ پر بند باندھ دیا ہے اور بند پر پانی کا دباؤ برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ چٹان پانی کا زبردست دباؤ کب تک برداشت کرے گی؟ آخر ٹوٹ جائے گی یا اپنی جگہ سے کھسک کے پانی کے ساتھ بہہ جائے گی۔ دونوں صورتوں میں طوفان آ جائے گا۔ چٹان کے ٹوٹتے ہی پانی کی ایک اونچی اور زبردست دیوار پوری قوت سے بہتی ہوئی اُن پر آ پڑے گی اور اُن کا کیبن ایک حقیر تنکے کے مانند بہا کے لے جائے گی۔ کھیت، باغ، مرغیاں، خنزیر، انسان، سب کچھ بہہ جائے گا۔ ہر چیز تباہ ہو جائے گی۔ اُسے سوزی کو بتانا چاہیے تھا کہ اِس ابتلا کا مقابلہ کرنے کے لیے اُس کی آزادی انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ دونوں بچوں اور پالتو جانوروں کے علاوہ سارا ساز و سامان بلند سو فٹ اونچی چٹان پر لے جائے۔ وہاں ریلا نہیں پہنچ سکے گا۔ آفت صرف مکان، باغ اور کھیت پر ٹوٹے گی۔ اُس کی رہائی کے لیے چھینی اور ہتھوڑے کی ضرورت تھی۔ یہ دونوں چیزیں صندوق میں مقفل تھیں۔ سوزی کو چاہیے کہ

وہ کسی پتھر یا سلاخ سے قفل توڑ دے اور یہ دونوں چیزیں راجر کو دے دے
وہ زنجیر کاٹ کے قید سے رہا ہو جائے گا اور تباہی سے بچاؤ کی تدبیر
کرے گا لیکن خوف اور بدحواسی کے باعث اُس سے ایک ہولناک
غلطی ہو گئی تھی۔ اس کا ازالہ ناممکن تھا۔ دریا کی سطح برابر گر رہی تھی۔
راجر نے بے حد نرم آواز میں سوزی کو پکارا اور دیر تک پکارتا
رہا۔ وہ بار بار کہہ رہا تھا: ”بیٹی! میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ باہر آؤ
اور چند اہم باتیں سُن لو۔“ خاصی دیر بعد کیبن کا دروازہ کھلا۔ سوزی نے
جھانک کے دیکھا۔ وہ دروازے سے باہر نہیں نکلی۔ راجر نے دریا کی
گرتی ہوئی سطح کی طرف اُس کی توجہ مبذول کرائی اور پُرسکون انداز میں اُسے
خطرے سے آگاہ کرنے لگا۔ وہ رُکے بغیر بول رہا تھا مگر سوزی نے اُس
کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ بہت خوف زدہ تھی اور پھیلی ہوئی
آنکھوں سے ٹکٹکی باندھے ہوئے اُسے گھور رہی تھی۔ راجر اُسے ہیبت ناک
تباہی کا احساس دلانا چاہتا تھا مگر سوزی کی آنکھوں سے بے یقینی جھلک

رہی تھی۔ راجر خود پر قابو رکھنے کے باوجود سوزی کی بے توجہی برداشت
نہیں کر سکا۔ اُس کی آواز غیر محسوس طریقے پر بلند ہوتی گئی۔ سوزی کے چہرے
ہوئے تاثرات دیکھ کے اچانک اُسے ہوش آیا۔ اُس نے لڑکی کی کراہ
آواز سُنی۔ اُسے بہت تعجب ہوا کہ وہ سوزی کو چیخ چیخ کے احکام دے
رہا تھا۔ اُس نے فوراً آواز دھیمی کر لی اور نرم لہجے میں بولا۔ ”سوزی میری
پیاری بیٹی! میں بیمار نہیں ہوں۔ یقین کرو، میں بالکل ٹھیک ہوں مگر مجھے
دریا سے بہت خوف آ رہا ہے۔ میں دراصل آنے والی تباہی سے خوف
زدہ ہوں۔“

سوزی کے لب کھلے۔ راجر فوراً خاموش ہو گیا۔ سوزی بولی: ”امی
نے کہا تھا کہ آپ کو پانی سے ڈر لگے گا، آپ چیخیں گے، چلائیں گے اور
اگر آپ زنجیر کاٹنے کے لیے کوئی چیز طلب کریں تو میں ہرگز ہرگز آپ کا
حکم نہ مانوں۔“

”اوہ۔“ راجر نے سر کے بال نوچ لیے۔ ”سمجھنے کی کوشش کرو، لڑکی!
میں پانی سے خوف زدہ نہیں ہوں اور اپنی رہائی نہیں چاہتا۔ میں
تو تمہیں خطرے سے آگاہ کر رہا ہوں۔ اچھا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ تم چیزر کو
لے کر فوراً اوپر چلی جاؤ۔“ اُس نے ایک درّے کے مشرقی حصّے کی طرف
اشارہ کیا۔ اُس کی لگ بھگ بلندی دہ سو فٹ بلند تھی۔ ”تم چیزر کے ساتھ وہاں چلی
جاؤ۔ وہاں تم دونوں محفوظ رہو گے۔ سوزی پلیز...... پلیز۔ میری بات
سمجھنے کی کوشش کرو۔ پلیز۔“

سوزی کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ وہ سسکیاں بھرتی ہوئی
آہستہ آہستہ کیبن میں چلی گئی۔ کیبن میں پہنچتے ہی اُس نے دروازہ بند کر لیا۔
اُس وقت کوئی شخص راجر کو دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ وہ واقعی پاگل ہو
گیا ہے۔ سوزی خواب گاہ کی کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ راجر دونوں
ہاتھوں اور پیروں پر چوپائے کی طرح کھڑا تھا اور دیوانوں کی طرح ناخنوں
سے گڑھا کھودنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک گھنٹے کی مسلسل محنت کے
بعد اُس نے اتنا گڑھا کھود دیا کہ اوپر کی نرم مٹی ختم ہو گئی اور نیچے سے چٹان
کی سطح اُبھر آئی۔ وہ مزید ایک گھنٹے تک گڑھا چوڑا کرتا رہا اور انگلیوں
سے گڑھے کی دیواریں ٹٹولتا رہا۔ آخر وہ ایک بڑا پتھر تلاش کرنے میں
کامیاب ہو گیا۔ پتھر تقریباً چار انچ چوڑا اور دس انچ لمبا تھا۔ راجر نے
ٹانگ کی زنجیر کا ایک حصّہ گڑھے کی چٹانی سطح پر رکھ دیا اور پتھر سے
اُس کی ایک کڑی پر مسلسل ضربیں لگانے لگا۔ اُسے بار بار یہ خیال ستاتا
رہا کہ وہ ایک انتہائی مہلک غلطی کر رہا ہے۔ کیا وہ یہ امکان رد کر سکتا
ہے کہ رہائی پانے کے بعد وہ پاگل نہیں ہو جائے گا لیکن پانی کی ایک اونچی
اور زبردست دیوار کا خوف اُس کے اعصاب پر بُری طرح مسلط تھا۔ یہ
خوف اُسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ زنجیر پر برابر ضربیں لگاتا رہے۔ وہ یہ فیصلہ کیے

ہیومن بکس کا تیار کردہ
گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
بال لمبے اور گھنے کرتا ہے
بالوں کو چمکدار اور خوبصورت بناتا ہے

کراچی میں ملنے کا پتہ۔ ۷-۳، اردو بازار کراچی ۱

کے قابل نہیں تھا کہ بچوں کے حق میں کون سی چیز زیادہ خطرناک ہوگی، اُس کی ذات یا پانی کا ریلا؟ کبھی کبھی اُسے یقین ہو جاتا تھا کہ وہ بالکل صحیح ہے لیکن فوراً یہ سوچنے لگتا تھا کہ وہ اپنی دماغی صحت پر کیسے یقین کر سکتا ہے۔ اُس کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اُس کا ذہنی توازن بگڑ چکا ہو اور اُس نے اسی حالت میں محض خیالی طور پر دریا کی سطح گرتی ہوئی دیکھ لی ہو۔ دماغی توازن خراب ہو جائے تو آنکھوں پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ اُس نے کئی بار پاگلوں کو خلا میں اس طرح گھورتے ہوئے دیکھا تھا جیسے وہ کوئی دلچسپ منظر دیکھ رہے ہوں یا انھیں کوئی حیرت انگیز چیز نظر آ رہی ہو۔ اُس کے پاگل پن کا تعلق براہِ راست پانی سے تھا۔ کیا یہ پانی سے خوف کھانے کی ایک صورت نہیں ہو سکتی؟

اُس نے ہاتھ روک لیے اور دیر تک اس امکان پر غور کرتا رہا۔

ایک مرتبہ اُس نے پتھر کا ٹکڑا دائرے سے باہر پھینکنے کا فیصلہ بھی کر لیا لیکن پھر کچھ سوچ کے رک گیا۔ خاصے غور کے بعد راجہ ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔ جب تک میں یہ سوچتا رہوں گا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں، اُس وقت تک بالکل ٹھیک رہوں گا کیونکہ کوئی دیوانہ اپنی دیوانگی کا خود ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ دوبارہ پوری قوت سے زنجیر کی کڑی پر ضربیں لگانے لگا۔ اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ زنجیر سے رہائی حاصل کر کے بچوں کو محفوظ مقام پر پہنچا دے گا اور واپس آ کے دوبارہ خود کو زنجیر سے باندھ لے گا۔ اس طرح بچے متوقع آفات سے محفوظ ہو جائیں گے۔ وہ کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھی بچوں کو دے دے گا تاکہ مکان تباہ ہونے کی صورت میں بچے بھوکے نہ رہیں۔ اُس کے ذہن نے یہ خیال دُہرایا نہیں کہ ممکن ہے وہ واقعی پاگل ہو چکا ہو اور زنجیر سے چھٹنے کے بعد اُس کی دیوانگی نہ جانے کیسی شکل اختیار کرلے۔

اُس نے کئی بار سوزی کو خواب گاہ کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے دیکھا۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ سوزی نے اُس کی ونچسٹر رائفل کھڑکی کے قریب رکھ لی ہے۔ اُس نے بندوق کبھی نہیں چلائی تھی لیکن راجہ کو یقین تھا کہ وہ اُس کا نظام سمجھتی ہے اور اسے چلا سکتی ہے۔

سورج غروب ہونے تک دریا کی سطح دو تہائی گز گھٹ چکی تھی۔ اس کے بعد سطح میں کمی نہیں ہوئی یا شاید تاریکی کی وجہ سے وہ مزید کمی محسوس نہیں کر سکا۔ چٹان گرنے سے جو بند پیدا ہو گیا تھا، وہ غیر معمولی قوتِ برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ راجہ کو معلوم تھا کہ اگر دریا کی سطح بڑھنی شروع ہو جائے تو یہ خطرہ ٹلنے کی علامت ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پانی کو آگے بڑھنے کا راستہ مل گیا ہے۔ تو دوسری جانب جمع ہونے والے پانی کا زور ٹوٹ جائے گا اور پانی کی زبردست دیوار کا خطرہ ختم ہو جائے گا۔ راجہ نے آنکھیں پھاڑ کے بار بار دریا کی سطح دیکھنے کی کوشش کی۔ اگر سطح گر نہیں رہی تھی تو اس کی بلندی میں بھی کوئی اضافہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ زنجیر پر دیوانہ وار ضربیں لگاتا رہا۔ تاریکی کی وجہ سے وہ اس

صرف تین منٹ

جلد کا غیر ضروری بالوں سے پاک ہونا بھی نسوانی حُسن اور نفاست کیلئے ضروری ہے۔ موڈرن خواتین ویٹ کریم کے استعمال کو ترجیح دیتی ہیں، کیونکہ اس سے صرف تین منٹ میں جسم کے کسی بھی حصے سے بآسانی بال صاف ہو جاتے ہیں۔ اور استعمال کے بعد جلد ریشم کی طرح نرم اور ملائم رہتی ہے۔

ویٹ بالصفا کریم

اپنے قریبی جنرل اسٹور، کیمسٹ سے طلب فرمائیے

نفاست پسند خواتین
صرف Veet کریم استعمال کرتی ہیں۔

NATIONAL 145 H

تاریک رات تھی۔ ایک شخص نے ایک نابینا کو دیکھا۔ نابینا اپنے کندھے پر پانی کا گھڑا رکھے ہوئے ہاتھ میں چراغ لیے جا رہا تھا۔ اُس شخص نے کہا: "ارے اندھے! تجھے چراغ سے کیا فائدہ؟" اندھے نے جواب دیا: "میں نے یہ چراغ تجھ جیسے اندھوں کے لیے لیا ہے۔"

ایک شاعر نے کسی آمر بادشاہ کے سامنے کچھ اشعار پڑھے۔ اشعار میں اُس نے اپنی مے نوشی اور بدکاری کا اعتراف کیا تھا۔ بادشاہ نے کہا: "تلوار لائی جائے تاکہ میں اس پر حد جاری کروں۔" شاعر نے فوراً کہا کہ "حضور! کیا آپ نے قرآن مجید نہیں پڑھا؟ قرآن میں لکھا ہے کہ شعراء جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں۔"
بادشاہ نے اُس کی حاضر جوابی سے خوش ہو کے اُسے انعام سے نوازا۔

خلیفہ معتصم باللہ اپنے وزیر خاقان کی عیادت کے لیے گیا۔ خاقان کا بیٹا فتح اُس وقت بچہ تھا۔ خلیفہ نے اُس سے پوچھا کہ "میرا محل اچھا ہے یا تمہارے والد کا مکان؟" بچے نے برجستہ کہا کہ "اس وقت تو میرے والد کا مکان اچھا ہے کیوں کہ یہاں امیر المومنین رونق افروز ہیں۔"
خلیفہ کے ہاتھ میں ایک نگینہ تھا۔ اُس نے وہ بچے کو دکھایا اور اُس سے پوچھا: "تم نے اس نگینے سے اچھی کوئی چیز دیکھی ہے؟" بچے نے کہا کہ "جی ہاں، یہ ہاتھ جس میں یہ نگینہ ہے۔"

اکرام آفندی کے تنکِ دانش سے

شفقت کا نتیجہ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اُس نے ہاتھ لگایا تو کڑی چپٹی محسوس ہوئی۔ اُس کے بازو شل ہو گئے تھے مگر مشینی انداز میں برابر کام کیے جا رہے تھے۔

سوزی لالٹین باورچی خانے سے خواب گاہ میں لے گئی۔ اُس نے ننھے پیٹر کا لباس تبدیل کر کے اُسے جھولے میں بھی سُلا دیا لیکن خلافِ معمول لالٹین نہیں بجھائی۔ راجر دیوار پر پڑنے والا عکس دیکھ کے اندازہ لگا سکتا تھا کہ سوزی بستر پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اُس کے قریب رائفل کا سایہ بھی نظر آ رہا تھا۔

رات خاصی گزر گئی تھی۔ راجر پتھر سے برابر ضربیں لگا رہا تھا پھر نہ معلوم کس وقت پتھر ٹوٹ گیا۔ چند لمحوں کے لیے راجر کی ہمت جواب دے گئی پھر اُس نے انگلیوں سے ٹٹول کے دونوں ٹکڑوں کا جائزہ لیا۔ ایک ٹکڑا خاصا بڑا تھا اور اُس کا ٹوٹا ہوا کنارہ نوکیلا ہو گیا تھا۔ وہ نوکیلے حصے سے دوبارہ کڑی پر ضربیں لگانے لگا۔ کچھ دیر نوکیلے سرے سے ضربیں لگانے کے بعد راجر نے ٹٹول کے نتیجہ دیکھا۔ کڑی کے چپٹے حصے میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑنے لگے تھے۔ وہ تاریکی کے باعث یہ نہیں دیکھ سکتا تھا کہ ضرب کہاں پڑ رہی ہے لیکن مسلسل ایک ہی جگہ ضربیں لگانے سے اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بیشتر ضربیں نشانے پر لگ رہی ہیں۔

صبح کی سفیدی نمودار ہو گئی تھی۔ راجر نے کہیں دور مشرق میں ہلکی سی گھن گرج سُنی پھر وہ گھن گرج تدریجاً بلند ہو کے اچانک ڈوب گئی۔ چند لمحوں بعد گھن گرج پھر ابھری۔ اس بار اُس کی آواز پہلے سے زیادہ طاقت ور تھی۔ آبی درّے کی دیواروں میں گونج پیدا ہونے لگی۔ راجر مسلسل چودہ گھنٹے سے ضربیں لگا رہا تھا۔ اُس کے بازو شل ہو گئے تھے۔ وہ بری طرح تھک گیا تھا۔ اُس نے ہاتھ روک لیا اور کچھ دیر تک غور سے وہ آوازیں سنتا رہا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ تودہ گرنے سے جو بند بن گیا تھا، وہ اب کسی بھی لمحے پانی کی قوت سے شکست ماننے والا ہے۔ وہ پھر پاگلوں کی طرح پتھر کے نوکیلے سرے سے ضربیں لگانے لگا۔ کڑی کا ایک حصہ چپٹا ہوتے ہوتے بہت پتلا ہو گیا تھا اور اُس میں ننھے ننھے سوراخ بھی نظر آنے لگے تھے۔ ناقابلِ تصور تباہی سر پہ کھڑی تھی۔ اتنا وقت نہیں تھا کہ راجر مزید چند منٹ تک ضربیں لگا کے کڑی توڑ سکتا۔ اُس نے پتھر ایک طرف پھینک دیا اور زنجیر پکڑ کے درخت کی مخالف سمت کھینچنے لگا۔ اُس نے اپنے جسم کی ساری قوت لگا دی۔ کڑی کا چپٹا سرا آہستہ آہستہ پھیلتا ہوا الٹ گیا اور ایک جھٹکے سے اُس کا منہ کھل گیا۔ راجر آزاد ہو گیا۔

گھن گرج بلند ہو گئی تھی۔ درّے کی دیواریں گونجنے لگی تھیں۔ راجر بے تحاشا دوڑتا ہوا کیبن میں داخل ہوا۔ تمام رات اکڑوں بیٹھنے سے اُس کی رانوں کے پٹھے اکڑ گئے تھے۔ ہر قدم پر درد کی ٹیس اٹھتی اور اُس کا پورا وجود ہلا دیتی۔ راجر اس شدید تکلیف کی پروا کیے بغیر دوڑتا رہا۔ سوزی رات کو کسی وقت سو گئی تھی۔ رائفل بستر کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ راجر نے اچانک سوزی کو اٹھا کے کندھے پر ڈال لیا۔ وہ جاگ گئی اور اُسے پہچان کے دہشت زدہ انداز میں چیخنے لگی۔ وہ ایک دبلی پتلی لڑکی تھی اس لیے راجر کی گرفت میں مچل کے رہ گئی۔ ننھا پیٹر جھولے میں سکون سے سو رہا تھا۔ راجر نے پیٹر کو دوسرے بازو میں اٹھایا اور بھاگتا ہوا کیبن سے نکل گیا۔ باہر نکل کے وہ دیوانہ وار درّے کی بلند زمین کی طرف چڑھ رہا تھا۔ کچھ اونچائی پر پہنچ کے اُس کی سانس پھول گئی، پھیپھڑوں میں آگ لگ گئی اور آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ اُسے محسوس ہوا کہ وہ انتہائی مشقت کے باعث بے ہوش ہو کے گر جائے گا۔ اُس نے سوزی کو کندھے سے اتار دیا اور اُسے بلندی کی طرف دوڑنے کا اشارہ کیا۔ سوزی اُس کی گرفت سے نکلتے ہی اچھل کے دور ہو گئی پھر اُس کا اشارہ سمجھ کے اوپر کی طرف دوڑنے لگی۔ ننھا پیٹر راجر کے بازوؤں میں کسمسانے لگا۔ وہ ابھی پوری طرح بیدار نہیں ہوا تھا۔ جب راجر کو اطمینان ہو گیا کہ وہ خاصی بلندی پر آ گئے ہیں اور خطرے کی پہنچ سے باہر ہو چکے ہیں تو

Https://www.facebook.com/groups/372605677178945/

اُس نے پیٹر کو آہستگی سے ایک ہموار مقام پہ اتار دیا اور خود زمین پر نیم دراز ہو کے گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ کوشش کے باوجود وہ سانسوں کی بے ترتیبی پر قابو پانے میں ناکام رہا۔ اُسے اتنا ہوش نہیں تھا کہ وہ گھن گرج پر دھیان دے سکے حالانکہ اُس کی آواز بہت بلند ہو گئی تھی۔ کانوں کے پردے پھٹنے لگے تھے۔ ننھا پیٹر ڈر کے رونے لگا۔ سوزی بھی سہم گئی۔

کچھ دیر بعد راجر کے حواس درست ہوئے۔ اُس نے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی مگر ہر طرف سکوت طاری تھا۔ صبح نہایت خوش گوار تھی۔ مشرق سے نارنجی شعاعیں پھوٹنے لگی تھیں۔ راجر نے اپنے سامنے پھیلے ہوئے دریا کی طرف دیکھا۔ اُس کی سطح رات کے مقابلے میں ایک تہائی سے زیادہ آدھی ہو گئی تھی۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ دریا کو بہنے کا راستہ مل گیا ہے اور اُس کی سطح آہستہ آہستہ بلند ہونے لگی ہے۔ تو پھر یہ گھن گرج کیسی تھی؟ اُس نے ایک مرتبہ پھر دور تک دریا کی سطح دیکھی۔ وہ پُرسکون تھی۔ اُس کا ذہن بری طرح گھن گرج کے معمّے میں الجھ گیا۔ سورج تیزی سے بلند ہو رہا تھا۔ درّے کی دیواریں آفتابی غسل کرتی ہوئی بہت خوشنما منظر پیش کر رہی تھیں۔ وہ اور ڈیلڈا روزانہ اسی وقت بیدار ہوتے تھے۔

دفعتاً ڈیلڈا نے مسرت بھری آواز میں اُسے پکارا۔ راجر کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔ اُس کے ذہن نے سرعت سے حساب لگایا: ڈیلڈا کو سفر کرتے ہوئے ابھی چار دن اور پانچ راتیں گزری ہیں۔ اُسے تو آج صبح کسی وقت قصبے پہنچنا چاہیے تھا۔ وہ واپس کیسے آ سکتی ہے۔ راجر کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ اُس نے سوچا کہ شاید اُس کے کان بج رہے ہیں مگر نہیں، وہ ڈیلڈا ہی کی آواز تھی۔ ننھے پیٹر نے شور مچایا!

"ممی آ گئی!" راجر بیٹھے بیٹھے بجلی کی طرح گھوم گیا۔ ڈیلڈا ڈھلان پر دوڑتی ہوئی اُن کی طرف آ رہی تھی۔ سوزی بے اختیار سسکیاں لینے لگی۔

ڈیلڈا کے عقب میں دو آدمی تھے۔ اُن میں سے ایک فارسٹ رینجر کی وردی پہنے ہوئے تھا، دوسرا شہری لباس میں تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ڈاکٹری والا بیگ لٹک رہا تھا۔ نیچے درّے کی ہموار سطح پر گیہوں کے کھیت میں ایک ہیلی کاپٹر کھڑا ہوا تھا۔ راجر پر گھن گرج کا عقدہ کھل گیا۔ ڈیلڈا ہنستی ہوئی دور سے چیخی: "سب ٹھیک ہے راجر!" وہ قریب آ کے اُس سے لپٹ گئی۔ "سب ٹھیک ہے راجر! ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ابھی وقت ہے، تمھیں بہت سارے انجکشن لگیں گے لیکن تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔" ڈیلڈا پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان رک رک کے بولی۔

سوزی اپنی ماں سے لپٹ گئی، وہ ہچکیاں لے لے کے رو رہی تھی۔ ننھا پیٹر اپنی ممی کا اسکرٹ کھینچ رہا تھا۔ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی روپہلی کرنوں میں اُن کے چہرے روشن ہو گئے تھے۔

Zegham imran